خیر و شر

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزمِ عشاق

جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

نیو پٹھان والا، جھنگ روڈ، فیصل آباد موبائل نمبر: 0300 666 17 55

خیر و شر

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیك یا سیدی یا رسول اللہ

وعلی الك واصحابك یا سیدی یا حبیب اللہ

محترم قارئین کرام! لاتعداد مرسلین محض توحید کو قائم کرنے اور شرک کو مٹانے کے لئے بھیجے گئے۔ کیونکہ اس کی رحمت کاملہ کا تقاضا ہے کہ ارواح انسانی کو سعادت ابدی نصیب ہو۔ مجوسیوں کے شرک کی ایک بنیاد یہ تھی کہ افعال خیر وشر کا ایک خالق نہیں ہوسکتا ورنہ یہ لازم آئے گا کہ خدا شر کو پیدا کرتا ہے اور جو برائی کے پیدا ہونے کو جائز رکھتا ہے وہ خود اچھا نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک میں اسی لئے کثرت سے تصریحات آئیں کہ جن کو ہم خیروشر کہتے ہیں سب کا فاعل خدا ہے باقی یہ کہ بری چیز کا خالق اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک مبالغہ آمیز غلطی ہے مثلاً اگر کوئی صناع کسی بدصورت جانور کی تصویر بہت اچھی بناتا ہے تو اسکے کمال مصوری میں فرق نہیں آئے گا۔

تکمیل توحید

اس ذات ربی کی وحدانیت اور توحید کامل کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ ورنہ ہم کو ایک سے زیادہ خدا تسلیم کرنا پڑیں گے۔ دنیا میں جس قدر اشیاء، افعال وحرکات ہیں سب متضاد ہیں۔ نور وظلمت، پستی وبلندی، نرم وسخت، رات دن، حلم وغضب، غرور وخاکساری، فسق وفلاح، خیروشر، کفروایمان غرضیکہ کوئی چیز تضاد سے خالی نہیں۔ یہیں سے مجوسیوں کو غلطی ہوئی۔ شرک کی یہ سب سے نمایاں صورت تھی جس کا استیصال کلی وحی محمدی ﷺ کی ابجد قرار پائی۔ واشگاف الفاظ میں ارشاد ہوا۔ ''دو خدا نہ بناؤ وہ ایک ہی خدا ہے تو مجھی سے ڈرو اور اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے'' (سورۃ نحل)۔ ''اور نہ اس خدائے برحق کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور دوسرے پر چڑھ جاتا'' (سورۃ مومنون)۔ ''اگر خدائے برحق کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں تو وہ تخت والے حکمران خدا سے حکومت چھیننے کا راستہ ڈھونڈتے'' (سورۃ بنی اسرائیل)۔ تو خدائے واحد وہی ہوسکتا ہے جو ہر صفت میں کمال رکھے اور ہر قسم کی تمام صفات کمالیہ سے متصف ہو اور جملہ طاقتوں کا مالک ہو۔

شر کا وجود خیر کی شناخت کے لئے ضروری تھا

اگر ظلمت نہ ہوتی تو نور کی پہچان کس طرح ہوتی۔ اگر بیماری نہ ہوتی تو صحت کی قدر کون جانتا۔ اگر

اندھیرا نہ ہوتا تو روشنی کی شناخت کیا تھی۔ اگر بزدلی نہ ہوتی تو شجاعت کی تعریف کیا ہوتی۔ اگر سخت نہ ہوتا تو نرم نہ ہوتا۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن نہ ہوتا۔ اگر فسق نہ ہوتا تو فلاح نہ ہوتی۔ اگر کفر نہ ہوتا تو ایمان بے معنی تھا۔ اگر شر نہ ہوتا تو خیر کا ظہور نہ ہوتا۔ شر کا وجود ہی خیر کو نمایاں کرتا ہے۔ ممیز کرتا ہے' جلا بخشتا ہے۔ قدر و قیمت بناتا ہے۔ شر کا وجود خیر کی شناخت' اس کی پہچان' اس کے ادراک' اس کی ضرورت' اس کے فوائد کا آئینہ دار ہے۔ شر سے پرہیز ایک قربانی ہے۔ شر سے گریز دین ہے۔ شر سے نفرت ایمان ہے اور شر سے اجتناب خیر ہے۔ شر کا وجود نہ ہوتا تو قربانی اور ایثار کس لئے؟ اگر قربانی اور ایثار نہ ہوتا تو انعام کس بات کا؟ اگر خیر ہی خیر کا پیدا کرنے والا وہ ہوتا تو اس کی توحید کامل نمایاں نہ ہوتی۔ اس کی وحدانیت ظہور پذیر نہ ہوتی اس کی کائنات تشنۂ تکمیل رہتی۔ شر کے وجود نے ہی اس کی توحید کی تکمیل کی۔ سمجھنے کی بات نہایت اہم ہے کہ شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں خود انسان کی طرف ہے۔ ''تجھ کو جو نیکی پہنچی وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تکلیف پہنچی خود تیری طرف سے ہے'' (سورۃ نساء)۔

شر کی نسبت انسان کی طرف کیوں

قرآن حکیم نے یہ کیوں فرمایا کہ ''اگر مصیبت پہنچی تو خود تیری طرف سے ہے''۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''اے میرے بندہ! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو لوٹا کر تمہیں دے رہا ہوں تو جو کوئی جزائے خیر پائے وہ خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو برائی ملے وہ خود کو ملامت کرے'' (ترمذی شریف)۔

یہ کیوں؟ یہ اس لئے ہے کہ جس طرح دنیا میں ہر چیز کی ایک خاصیت ہوتی ہے تو اس کے خواص و لوازم و آثار اس کے وجود کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام معنوی اور نفسیاتی اشیاء میں بھی یہی قانون الٰہی جاری و ساری ہے یعنی ہر چیز میں علت و معلول کا ایک لزوم ہے اور عمل اور رد عمل کے قانون کی وجہ سے سزا ہمارے اعمال بد کا رد عمل ہے یعنی یہ شر کا معلول ہے جسے ہم نے خود اپنے اوپر وارد کر لیا۔

اس رحیم و کریم نے ہمیں اس لازمی نتیجہ' اس بدیہی رد عمل سے بچانے کے لئے بے شمار مرسلین اور متعدد کتب اور عمل کرنے والے ہر ملک ہر قوم اور ہر زمانہ میں تواتر سے بھیجے۔ اس کے باوجود اگر ہم توجہ نہ دیں' اپنے کانوں' آنکھوں اور دل کو بند رکھیں تو اس رد عمل کی تمام تر ذمہ داری ہم پر ہونا عین انصاف ہے۔ بدیں وجہ شر کی نسبت انسان کی طرف کی گئی ہے۔

خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے

اب غور کرنا لازمی ہے کہ خیر کی نسبت ذات پاک نے اپنی طرف کیوں فرمائی۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے ملاحظہ فرمایئے۔ ''اپنا منہ سب کی طرف سے پھیر کر دین کی طرف کر۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں۔ یہی سیدھا اور ٹھیک دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' (سورۃ روم)۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ کی فطرت نیک صالحہ اور حق پر کی ہے۔ اگر اس کو گناہ آلود کیا ہے تو ہمارا قصور

ہے اگر نیکی سرزد ہوتی ہے تو وہ فطرت کی طرف رجوع ہے جس کی بنیاد اس کریم و رحیم نے رکھی ہے۔اس لئے نیکی کی نسبت ذات پاک کی طرف ہونا لازمی ہے ہاں اس پر قائم رہنے کے لئے جو تردد اور قربانی کرنا پڑتی ہے اس کا انعام ملتا ہے اس کی قدر کی جاتی ہے۔''یہ تمہاری مزدوری ہوگی اور تمہاری محنت کی قدر کی جائے گی''(سورۃ دھر)۔

ارادۂ الٰہی اور ارادۂ انسانی۔جبر وقدر کا حل

اہل مذہب ارادۂ الٰہی اور ارادۂ انسانی کی تخلیق میں جس طرح حیران ہیں۔اسی طرح فلسفۂ الٰہیات کے معلم علم الٰہی اور انسانی عملی آزادی کے درمیان اور فلسفۂ اخلاق والے آزادی' عمل اور اس کے موروثی اثرات' فطری جذبات اور ماحول کی تاثیرات کی مجبوریوں کے درمیان جو تصادم ہے اس کو بمشکل بچا سکتے ہیں۔اس کے حل کی دو ہی صورتیں مذاہب عالم نے نکالی تھیں یا تو سرے سے خاموشی برتی جائے اور اگر بحث ہو تو جبر کی طرف میلان نمایاں تھا۔یہی جبر ہندو مذہب میں ''تناسخ' اواگون اور کرم'' کی صورت میں ہے۔عیسائیوں میں ''حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ اور اللہ کی مرضی'' کے پیرانہ میں ہے۔یہود کی تعلیم بھی اسی طرف راغب تھی۔مجوسیوں نے انسانی اختیار کو یہاں تک بڑھا دیا تھا کہ خود خدا بھی مجبور ہو کر رہ گیا تھا یعنی نبی کریم ﷺ سے پہلے یا تو انسان مجبور محض تھا یا اس کو تناسخ کے چکر میں ڈال کر اس کے پچھلے جنم کے کرموں کے ہاتھ گروی کر دیتے تھے یا پھر انسان کو کامل خود مختار بنا کر خدا کو مجبور بنا دیا جاتا تھا۔محبوب کریم ﷺ نے اس حقیقت کو بے نقاب فرمایا کہ یہ ہر دو صداقتیں ہیں اور دونوں اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ تمام دنیا اور اس کے ذرہ ذرہ پر قدرت مطلقہ رکھتا ہے یعنی آسمان و زمین' بحر و بر' انسان و حیوان کوئی چیز نہیں جو اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر حرکت بھی کر سکے۔اسی طرح انسان اور اس کے تمام اعمال بھی اس کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہیں۔

☆ دوسری طرف یہ بھی صداقت ہے کہ دوسری مخلوق نہ سہی مگر انسان کو اپنے اعمال کرنے یا نہ کرنے کا کسی نہ کسی طرح کوئی اختیار ضرور بخشا گیا ہے اگر یہ محدود اختیار تسلیم نہ کیا جائے تو خیر و شر کا امتیاز جزا و سزا' شریعت' کتب' تعلیم' انبیاء کی بعثت' جنت دوزخ ہر چیز بیکار ہو جائے بلکہ اس دنیا کی عدالت میں بھی وہ اپنے کسی فعل کا ذمہ دار نہ ٹھہرے۔ارادہ' اختیار اور عقل و فہم کے لحاظ سے مخلوقات کی تین اقسام ہیں۔

- جو ان صفات سے یکسر محروم ہیں مثلاً آفتاب' ماہتاب' زمین' مٹی' پتھر وغیرہ۔
- جو ابتدائی علم و فہم رکھتے ہیں لیکن حاضر پر غائب کو قیاس کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ان کا ارادہ اور اختیار بھی صرف ظاہری محسوس اشیاء تک محدود ہے جیسے حیوانات۔
- وہ مخلوق جو عقل و ادراک رکھتی ہے' قیاس آرائی کرتی ہے۔جزئیات سے کلیات بناتی ہے اور کلیات سے جزئیات پر حکم لگاتی ہے۔بدیہات سے نظریات تک پہنچتی ہے اور غائب کو حاضر پر

قیاس کرتی ہے۔

پہلی قسم کی مخلوق میں جو حرکات و آثار پیدا ہوتے ہیں۔ اضطراری اور غیر ارادی ہوتے ہیں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا۔ دوسری قسم کی مخلوق کے حرکات و آثار کو ارادہ اور احساس کے تحت صادر ہوتے ہیں لیکن ان کے ہر فرد سے ایک ہی قسم کے افعال و حرکات یکساں طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے خلاف نہیں ہوسکتا اور نہ کم و بیش ان کو جبلت' فطرت اور طبیعت کہہ سکتے ہیں۔ ان کے صدور میں بھی یہ مخلوق اپنی فطرت' جبلت اور طبیعت سے مجبور ہے۔ تیسری قسم کی مخلوق سے بعض افعال کو طبیعت اور جبلت کے مطابق ہوتے ہیں جو دیگر مخلوق کی طرح بے ارادہ اور اضطرار سرزد ہوتے ہیں مگر اس کے دوسرے افعال و حرکات تمام تر اس کے ارادہ' اختیار اور فہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ یہی آخری قسم کے افعال وہ ہیں جن پر خیر و شر' نیک اور بد کا حکم جاری ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے تمام عاقلانہ کام عاقبت بینی انجام اور مال کار کا خیال کر کے اس کے ارادہ سے صادر ہوتے ہیں اور یہیں سے اس کی ذمہ داری کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ بدیں وجہ جن و انس کے علاوہ مخلوقات خیر و شر کی ذمہ داری سے بری ہے اور یہ خیر و شر کی ذمہ داری کے حامل ہیں اور اسی لئے خیر و شر کے امتیاز کے لئے پیغام الٰہی کے محتاج۔

قرآن پاک جمادات' نباتات اور دیگر مخلوق سے احکام الٰہی کی مجبورانہ اطاعت کو یوں بیان فرماتا ہے۔ ''اور اللہ ہی کے آگے سر جھکاتے ہیں جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں جانداروں سے اور فرشتے۔ وہ سرکشی نہیں کرتے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں'' (سورۃ نحل)۔ لیکن انسان کو دوسری موجودات و مخلوقات کی طرح مجبور محض پیدا نہیں کیا گیا بلکہ وہ احساس و ارادہ جو جمادات میں معدوم' نباتات میں محل بحث اور حیوانات میں متحرک ہے۔ وہ انسان میں پوری طرح بیدار اور کارفرما ہے اس طرح وہ ارادی قدرت اور اختیار کا حامل ہے اور اسی لئے وہ تمام مخلوق میں ارادی تکلیف کا مستحق ہے۔

جہاں ارادہ اختیار اور احساس جس قدر کم ہے اسی قدر طبیعت' فطرت اور جبلت کی اضطراری حکومت قائم ہے لیکن ان تینوں اوصاف کی بتدریج ترقی اور تکمیل سے طبیعت' فطرت اور جبلت کی حکومت کا دائرہ تنگ ہوتا جاتا ہے اور ارادہ' اختیار اور احساس کی بادشاہت قائم ہوتی جاتی ہے۔ صحیفۂ ربانی نے اس راز سے پردہ کشائی کی ہے۔ ایک طرف وہ کہتا ہے ''خدا کی اجازت کے بغیر درخت کا ایک پتہ بھی نہیں گر سکتا'' اور دوسری طرف ارشاد ہوتا ہے ''ہر جان اپنے کاموں کے ہاتھوں گرو ہے''۔ ان کی تحقیق یوں ہے کہ خدا کی قدرت ہمہ گیر' اختیارات وسیع' مشیت ناقابل رد ہے لیکن اس نے خود ہی اپنے اختیار' اپنی مشیت خود اپنی حکمت سے انسان کو ارادہ اور ارادے کے مطابق کام کرنے کے محدود اختیارات تفویض فرما دیئے تا کہ خلیفۃ اللہ ہو۔ جملہ صفات ربانی (باستثنا ربی اور کمالی) نہایت محدود کر کے اس آدم میں ودیعت کی گئی ہیں اور اس وجہ سے محدود اختیارات سے نوازا گیا ہے۔ اگر ان اختیارات کا استعمال صحیح کرے گا اور بموجب ہدایت ربانی کرتا رہے گا تو دینی اور دنیوی ترقی کے راستے کھلے ہیں۔ مزید اختیارات کا اہل قرار

پائے گا ان سے نوازا جائے گا بصورت دیگر سزا کا مستوجب ہوگا اور سزا کی تمام تر ذمہ داری خود اسی پر عائد ہو گی۔ اس ذات پاک کی بے حد کریمی یہ ہے کہ سزا بھی فوراً نہیں دی جاتی بلکہ بار بار سمجھایا جاتا ہے۔ ہر طریق سے یاددہانی کرائی جاتی ہے لیکن گناہ کے اصرار پر بدبھی اور لازمی نتیجہ وارد ہو جاتا ہے۔ ارشادات قرآنی پر غور فرمایئے۔ ''تو جو چاہے مومن بن جائے اور جو چاہے کافر بن جائے'' (سورۃ کہف)۔ ''جس نے نیک کام کئے تو اپنے لئے اور برا کیا تو اپنے لئے تیرا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا'' (سورۃ فصلت)۔ ''بے شک جنھوں نے انکار کیا ان کو تمہارا تنبیہہ کرنا یا نہ کرنا برابر ہے وہ ایمان نہ لائیں گے ان کے دلوں پر مہر پڑ گئی ہے کہ سمجھتے نہیں۔ ان کے کانوں پر مہر پڑ گئی کہ سنتے نہیں اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہے کہ دیکھتے نہیں'' (سورۃ بقرہ)۔ ''بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر کر دی'' (سورۃ نساء)۔

ان سب آیات اور ایسی دیگر آیات میں کفر مقدم ہے یعنی کفر کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ مسلسل ہوتا ہے۔ متواتر ہوتا ہے۔ انکار پر اصرار ہوتا ہے تو دلوں سے صداقت شناسی اور اثر پذیری کا جوہر سلب ہو جاتا ہے یعنی یہ جبر نہیں لازمی نتیجہ ہے جس کے روکنے کی اس ذات پاک کی رحمت کاملہ سے ہر ممکن یاددہانی ہوتی رہتی ہے ورنہ ''ان کے کام ہی ان کے دلوں پر زنگ بن گئے'' (قرآن)۔ اور یہ زنگ ہی دراصل مہر ہے اور یہ ہمارے اپنے اختیارات کا غلط استعمال ہے۔

صفات باری ظاہری قبح

ایسے تمام اسمائے باری تعالیٰ جن کو جلالی کا نام دیا جا سکتا ہے ان میں سے چند ایسے ہیں جن میں بظاہر قبح نظر آتا جیسے۔ الضار۔ المزل۔ المانع۔ ان کا تنہا استعمال چونکہ غلطی پیدا کرنے والا ہے اس لئے ان کے ساتھ اگر مقابل کی صفت نہ کہی جائے تو ان کا استعمال جائز نہیں مثلاً الضار کے ساتھ النافع' المزل کے ساتھ المعزاور المانع کے ساتھ المعطر۔

اس سے مقصود قدرت کی وسعت ہے مثلاً اگر وہ محض نفع پہچانے والا ہے تو اس پر مجبور ہے لیکن نقصان کی قدرت کے باوجود وہ نفع پہچاتا ہے۔ اس طرح نقصان کی صفت کی موجودگی اس کا وجود اس کی کمال قدرت کو نمایاں کرتا ہے بصورت دیگر اس کا مجبور ہونا لازم آتا ہے۔ یعنی شر کا وجود اس کے کمال قدرت کو نمایاں کرنے کے لئے ضروری ہے۔ یعنی شر کی قدرت کے باوجود وہ خیر کرتا ہے' احسان کرتا ہے' کرم کرتا ہے اور رحم کرتا ہے جبکہ وہ خیر پر مجبور نہیں۔

شر کا اذن کیوں؟

اگر کوئی طبیب حاذق آپ کا فصد کرے' اگر کوئی قابل ڈاکٹر آپ کا عضو کاٹ دے' اگر کوئی معالج آپ کا اپریشن کرے تو آپ اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کیوں نہیں کرتے؟ آپ باوجود تکلیف پہنچنے کے اس کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ ہی بتاتے ہیں بلکہ اس تکلیف دہی کی فیس بھی ادا کرتے ہیں اور ممنون و مشکور بھی ہوتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کا خون گرانے والا' آپ کا آپریشن کرنے والا' آپ کا عضو

کاٹنے والا' آپ کا محسن' آپ کا خیر خواہ' آپ کا ہمدرد لیکن وہ طبیب کامل و بہترین رحم کرنے والا وہ بے حد کریم جب آپ کو اپنے ہی اعمال بد سے تکلیف پہنچائے تو دشمن ہے' تکلیف دینے والا ہے' خیر خواہ نہیں' ہمدرد نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں اس کے طبیب کامل ہونے پر اعتماد نہیں۔ ہمیں اس کے بے حد وحساب رحم و کرم کی صفات پر ایمان نہیں یہ ایمان کی کمزوری اور کم عقلی کی دلیل ہے کہ ہم اس کے عمل کے ظاہر پر نگاہ رکھیں جس کا غیب خیر ہی خیر ہے۔ درحقیقت شر میں خیر پنہاں ہے اس نشتر سے ہماری اصلاح خون مقصود ہے۔ اس نشتر سے ہماری زندگی مقصود ہے۔ اس عضو کے کاٹنے سے زہر کا پھیلاؤ روکنا مقصود ہے۔ اس تادیب میں اصلاح روح پنہاں ہے۔ یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ یہ دنیا عالم کون وفساد ہے۔ یہاں ہر بننے کے ساتھ بگڑنا ہے اور ہر سمٹنے کے ساتھ بکھرنا۔ لیکن جس طرح سنگ تراش کا توڑنا پھوڑنا بھی اس لئے ہوتا ہے کہ خوبی ودلآویزی کا ایک پیکر تیار کرے۔ اسی طرح کائنات عالم کا بگاڑ بھی اس لئے ہے کہ خوبی کا فیضان ظہور میں آئے۔ تعمیر و درستگی کی یہی سرگرمیاں ہیں جو تمہیں بعض اوقات تخریب ونقصان یا شر کی ہولناکیاں دکھائی دیتی ہیں حالانکہ یہاں تخریب کب ہے جو کچھ ہے تعمیر ہی تعمیر ہے' یہ شر کب ہے خیر ہی خیر ہے۔ سمندر میں تلاطم' دریا میں طغیانی' پہاڑوں میں آتش فشانی' جاڑوں میں برف باری' گرمیوں میں سموم' بارش میں ہنگامہ ابر و باد تمہارے لئے خوش آئند مناظر نہیں تمہیں اگر ان میں شر معلوم ہو تو تم نہیں سمجھتے کہ ان میں سے ہر حادثہ کائنات ہستی کی تعمیر و درستگی کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جسقدر تمہاری نگاہ میں کوئی مفید چیز۔ اگر سمندر میں طوفان نہ اٹھتے تو میدانوں کو زندگی و شادابی کے لئے ایک قطرہ بارش میسر نہ آتی۔ اگر بجلی کی کڑک نہ ہوتی تو باران رحمت کا فیضان بھی نہ ہوتا۔ اگر آتش فشاں پہاڑوں کی چوٹیاں نہ پھٹتیں تو زمین کے اندر کا کھولتا ہوا مادہ کرہ ارض کی سطح کو پارہ پارہ کر دیتا۔

آپ کہیں گے کہ مادہ پیدا ہی کیوں کیا گیا۔ لیکن جاننا چاہئے کہ اگر یہ مادہ نہ ہوتا تو زمین کی نشوونما کا ایک ضروری عنصر مفقود ہوتا مختصر یہ کہ اس عالم میں بھی اور اگلے عالم میں بھی کوئی تخریب نہیں۔ تعمیر ہی تعمیر ہے کوئی شر نہیں بلکہ خیر ہی خیر ہے اور اس تخریب سے تعمیر ہوتی ہے اور اس شر سے خیر ہوتا ہے یعنی شر کا اذن اس وقت انسان کے حق میں دیا جاتا ہے جب وہ ظاہر میں بے شک قبح کا پہلو لئے ہوئے ہو لیکن باطن میں خیر ہی خیر ہو۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ''آیا اہل زمین کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا انکے پروردگار نے ان کو حق پر لانا چاہا ہے'' (سورۃ جن)۔ یہاں یہ بھی غور طلب بات ہے کہ قرآن پاک میں اذن سے کیا مراد ہے؟ ہم اذن سے حکم مراد لیتے ہیں۔ کیا قرآن پاک کا بھی یہی مفہوم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ''اور کوئی عورت حمل میں نہیں رکھتی اور نہ جنتی ہے لیکن خدا کے علم سے اور کسی دراز عمر کو عمر کی درازی نہیں ملتی یا اس کی عمر کم نہیں ہوتی لیکن وہ کتاب الٰہی میں ہے'' (سورۃ فاطر)۔ یعنی علم الٰہی اور کتاب الٰہی ہم معنی ہیں اس طرح حکم الٰہی اور علم الٰہی ہم معنی ہیں۔ الحکم العلم والفقه والقضاء بالعدل ''حکم کے معنی علم سمجھ اور منصفانہ فیصلہ کرنا ہے''۔ دنیاوی تکالیف و آلام کے متعلق قرآن حکیم نے ایک اصول بیان فرمایا ہے۔ ''تا کہ خدا

ایمان والوں کو پاک وصاف کرے'' (سورۃ آل عمران)۔

اسی طرح اخروی سزائیں بھی گنہگاروں کے لئے نعمت ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ''تم پر آگ کے صاف اور دھواں ملے شعلے چھوڑیں گے پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے گا تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کیطرح گلابی ہو جائے گا تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ گنہگار اپنی نشانیوں سے پہچان لئے جائیں گے پھر وہ اپنی پیشانیوں کے بال اور پاؤں سے پکڑ لئے جائیں گے تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ اس دوزخ اور گرم پانی کے بیچ میں گشت کریں گے تو اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (سورۃ رحمٰن)۔ قرآن پاک نے تمام تکالیف یہاں تک کہ قیامت اور دوزخ کی تکالیف کو بھی نعمت قرار دیا ہے۔ مقام غور ہے کہ یہ شر نہیں خیر ہے اور اذن اس وقت ہوتا ہے جب اصلاح حال مقصود ہو۔

انسانی خلقت کا مقصد

غور کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ دنیا کا ذرہ ذرہ جس غرض و مقصد کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وہ اپنے ذاتی ارادہ اور مقصد کے بغیر خود بخود اس کو پورا کر رہا ہے۔ اس کے خالق نے روز پیدائش سے اسے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل میں وہ سرمو انحراف نہیں کرتا۔ آسمان سے لے کر زمین تک ہر چیز اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔ آفتاب دنیا کو گرمی اور روشنی دینے پر مامور کیا گیا ہے۔ وہ ہر آن اور ہر لحہ اس میں مصروف ہے۔ زمین سرسبزی اور شادابی کے کام پر مامور ہے وہ اس کو سرانجام دے رہی ہے۔ ابر کو سیرابی اور گوہر باری کا حکم ہے وہ اس کی تعمیل کر رہا ہے۔ درخت پھل دینے پر مقرر ہیں اور اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ حیوانات جن کاموں پر مامور ہیں ان کو کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسان بھی اسی طرح اس دنیا میں کسی کام پر مقرر ہو کر آیا ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا اس کو سرانجام دے رہا ہے؟ انسان بظاہر کھاتا' پیتا' چلتا پھرتا' اٹھتا بیٹھتا' زندگی گزارتا ہے پھر مر جاتا ہے۔ کیا اس کی زندگی کا اسی قدر مقصد ہے؟ اگر یہی ہے تو انسان اور حیوان میں کیا تمیز ہے؟ قرآن پاک اسی لئے انسانوں سے سوال کرتا ہے۔ ''کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا'' (سورۃ مومنون)۔ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ بیکار چھوڑ دیا جائے گا'' (سورۃ قیامتہ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی کسی غرض و مقصد کے لئے پیدا ہوا ہے وہ غرض کیا ہے؟

انسان کی پوری ہستی اگر کائنات کے صفحہ سے مٹ جائے تو بھی آفتاب اسی طرح چمکتا رہے گا' سمندر اسی طرح اچھلتے رہیں گے' پانی اسی طرح برستا رہے گا' ہوائیں اسی طرح چلتی رہیں گی' سبزے اسی طرح اگتے رہیں گے اور درخت اسی طرح پھلتے رہیں گے لیکن اگر درخت نہ پھلیں تو انسان کی ہستی معرض خطرے میں پڑ جائے۔ سبزیاں نہ اگیں تو انسان بھوکا مر جائے' پانی نہ برسے تو انسان پیاسا تڑپ جائے۔ اگر ہوا نہ چلے تو انسان گھٹ کر مر جائے' اگر زمین نہ ہو تو انسان کو کھڑا ہونے کی جگہ نہ ملے۔ اگر آفتاب نہ

چکے تو انسانی ہستی کا چراغ گل ہو جائے۔ الغرض دنیا کی کوئی اہم ہستی اپنے وجود کے لئے انسان کی محتاج نہیں لیکن انسان اپنے وجود کے لئے کارخانہ ہستی کے ایک ایک پرزہ کا حاجت مند ہے۔ تو پھر کیا یہ نتیجہ صحیح نہیں کہ اس کارخانہ کے ہر پرزہ کی غرض و غایت انسان کا وجود اور اس کی بقاء ہے لیکن خود انسان کے وجود کی غرض کوئی دوسری ہے جو دیگر موجودات کی غرض سے زیادہ اہم ہے۔ ''اور تمہارے لئے انسانو! وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے'' (سورۃ بقرہ)۔ ''اے انسان! کیا تو غور نہیں کرتا کہ زمین میں جو کچھ ہے ان سب کو تمہارے کام میں اس نے لگا رکھا ہے'' (سورۃ حج)۔ ''اور اے انسانو! اس نے رات اور دن کو سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگایا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم سے کام میں لگے ہیں'' (سورۃ نحل)۔ ہر ادنیٰ چیز اپنے سے اعلیٰ چیز کے کام آ رہی ہے۔ مثلاً جمادات نباتات کے، نباتات حیوانات کے اور جمادات نباتات کے اور حیوانات انسان کے کام آ رہے ہیں۔ آخر انسان کو بھی اپنے سے اعلیٰ ہستی کے کام آنا چاہئے۔ مخلوقات میں اس سے اعلیٰ کوئی ہستی نہیں تو لامحالہ اس کی تخلیق خود خالق کے لئے ہوئی ہے۔ ''اور میں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں'' (سورۃ الذاریات)۔

عبادت کے دو حصے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ پہلے کا تعلق ان اعمال سے ہے جن کا واسطہ براہ راست ذات ربی سے ہے یعنی بندہ کا اپنے آقا کے حضور اظہار عجز و نیاز، دوسرے سے مطلب معاشرہ میں انسان کا مخلوق سے واسطہ و رابطہ ہے۔ اس کی حدود مقرر و منضبط ہیں۔ حقوق العباد جو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے تحت ہوں تو نہ صرف عبادت میں شمار ہوں گے بلکہ ان کی وجہ سے حقوق اللہ میں روحانی بلندی نصیب ہوگی اور حقوق العباد میں مقرر حدود کی خلاف ورزی، معاشرہ کی خرابی اور عملی نظام میں بے راہ روی پیدا کر کے نقصان عمومی کا باعث ہوتے ہیں جس سے سوسائٹی کا ایک حصہ براہ راست اثر پذیر ہوتا ہے اور تمام سوسائٹی بھی متاثر ہوتی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خوش گوار آمیزش یعنی ہر لحہ حیات میں حضور ﷺ کی تقلید و اتباع انسانی مقصد خلقت ہے۔ یہی فلاح دارین ہے۔

اہم ترین پہلو

سب سے اخیر میں اس فلسفہ خیر و شر کا اہم ترین پہلو اس کی اسلامی حقیقت، اس بھید کی عقدہ کشائی مقصود ہے۔ اسلام نے اس مسئلہ کی جس اصلی گرہ کو کھولا ہے وہ یہ ہے کہ اشیاء بذاتہ خیر و شر نہیں بلکہ وہ اپنے صحیح یا غلط استعمال سے خیر و شر ہوتی ہیں۔ آگ بجائے خود نہ خیر ہے نہ شر۔ اگر اسے اچھا کام لیا جائے تو خیر اور برا لیا جائے تو شر۔ زہر نہ اچھا ہے نہ برا۔ اگر اس کو بیماری کے استیصال کے لئے استعمال کیا جائے تو خیر ہے اگر کسی بے گناہ کے قتل میں استعمال کیا جائے تو شر ہے۔ اسی طرح دوسری اشیاء کے بھی خیر و شر کے دونوں پہلو ہیں بلکہ ہر چیز میں خیر و شر کا صحیح اندازہ فرما دیا گیا ہے۔ والقدر خیرہ و شرہ۔ قدر کے معنی اندازہ کے ہیں اور اس حکیم مطلق سے بہتر اندازہ کس کو ہو سکتا ہے؟ یعنی ہر چیز میں خیر و شر کو اسی اندازہ سے رکھا گیا ہے کہ نہ کوئی چیز خیر مطلق ہے نہ شر محض۔ اس لئے کسی شے کا ایسا پیدا کرنا کہ اس میں خیر و شر کے

دونوں پہلو ایسے اندازہ سے رکھے جائیں کہ وہ ذات نہ خیر مطلق ہو نہ شر محض تو یہ اس کی حکمت کاملہ اور قدرت تامہ کی دلیل ہے شر نہیں' ان میں شر کے پہلو کا استعمال شر ہے۔''اے پیغمبر! ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور کیا آپ بہروں کو سناؤ گے۔ اگر چہ وہ نہ سمجھتے ہوں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو سوجھاؤ گے اگر چہ وہ نہ دیکھیں۔ بے شک اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ ہیں جو اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں'' (سورۃ یونس)۔ انسان کی عالمگیر گمراہی یہ ہے کہ انسان ظاہر کا پرستار بن کر حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے۔ الفاظ کا پرستار بن کر معنی کو مفقود کر دیتا ہے۔ مادی دنیا کی کثافت میں الجھ کر عالم لاہوت کی لطافت کو سمجھنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ ''اللہ نے انسان کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اسے نیکی و بدی میں آزمائے پھر انسان کو دیکھنے اور سننے والا بنا کر دین کا راستہ بھی بتا دیا تاکہ یا تو شکر کی راہ اختیار کرے یا انکار'' (سورۃ دہر)۔

اللہ قادر و کریم بطفیل زلف محبوب کریم ﷺ ہمیں صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ **محمد زمان خان** چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوریٰ ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی و مفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لوالدین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوه
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خير كم من تعلم القرآن وعلمه
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لو گر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت و محبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لومیرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارجِ اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہِ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
☆	باعث تسکینِ دل و جان صلی اللہ علیہ وسلم	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہ السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن